ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

CC BY NC

ڈاکٹر محمد رمضان جعفر
پی۔ایچ-ڈی نمل یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عنبرین تبسم شاکر جان
صدر شعبہ اردو، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو ادب میں حقیقت نگاری

Dr. Muhammad Ramzan Jaffar
PhD,Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.
Dr. Ambreen Tabasum Shakir Jan
Associate Professor,Head of Department Urdu, NUML, Islamabad

Realism in Urdu Literature

Realism means presenting external facts with objectivity.This world is completely different from the imaginary world.A realist writer always portrays the present ,having no concern with past complications or dilemmata.The facts he sees are embellished in his writings.Whatever happens to the contrary, does not matter for a realistic author In romantic literature, realism is seen in different ideas, concepts and feelings.The reason for the romanticism found in the poet's poetry is to express his feelings of love that reflects his passion and devotion.Gorky mentions romanticism and realism under the two gradients of literature.Highlighting the life of people and the true reality found in it is the actual concept of realism.

Keywords:*Romantic, Feelings, Realistic, Literature, Dilemmata, Gradients, Complications*

حقیقت نگاری کے معنی ہیں خارجی حقائق کو معروضیت کے ساتھ پیش کرنا یہ تصوراتی دنیا سے الگ دنیا ہے۔ حقیقت نگار ادیب حال کی تصویر کشی کرتا ہے۔ وہ ماضی کے مسائل کو اہمیت نہیں دیتا۔ انھیں جو حقائق نظر آ

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

رہے ہوتے ہیں۔ وہاں سے زینت قرطاس بناتا ہے۔ اس کے برعکس جو ہونا چاہیے اس سے ایک حقیقت نگار ادیب کو کوئی غرض نہیں ہوتی۔ حقیقت نگاری کی وضاحت کشاف تنقیدی اصلاحات میں یوں کی گئی ہے۔

"ادب میں اشیاء، اشخاص اور رونما ہونے والے واقعات کو کسی بھی طرح موضوعیت اور رومانیت سے مخلوط ہوئے بغیر دریافت و سچائی کے ساتھ بیان کی گئی کوشش کو حقیقت پسندی یا حقیقت نگاری کہا جاتا ہے۔ حقیقت پسندی کے معنی ہیں خارجی حقائق کو حتی الوسع معروضیت کے ساتھ بیان کرنا، کسی خیالی یا مثالی دنیا کے ماسوا دنیا کی حقیقی منظر کشی کرنا ہے۔ البتہ حقیقت نگار ادیب ہمیشہ تخیل کی بجائے امر اور حقیقی رونما ہونے والے واقعات کو پیش کرتا ہے۔ ماضی کی بجائے حال کے مسائل و معاملات کو اہم جانتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی ذات کو ادب پارے میں نمایاں کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔ وہ انسان کی موجودہ زندگی کے ایسے نفرت انگیز واقعات و مظاہر کو بھی موضوع بناتا ہے۔ جن کا وجود حقیقت پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ انسانی حیات کو رنگین شیشوں میں سے دیکھنے کی بجائے اپنی ننگی آنکھ سے دیکھتا ہے۔"(1)

حقیقت پسندی کے لیے انگریزی لفظ Realism دو الفاظ یعنی Realاور ism سے مل کر بنا ہے۔ لفظ "حقیقت" مختلف ادوار میں مختلف مفاہیم کا حامل رہا ہے۔ یونانیوں کے مطابق گردوپیش کی چیزیں حقیقت نہیں ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق اشیاء کا تعلق حقیقت سے نہیں بلکہ اشیاء کے عین سے ہوتا ہے۔ ادب میں سب سے پہلے افلاطون نے حقیقت پسندی تک رسائی کا مطالبہ کیا۔ ان کے خیال کے مطابق:

"فن کا کام یہ ہے کہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس حسن کو بے نقاب کرے جو انسانی فطرت میں عظمت اور شرافت کی صورت میں موجود ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر فن اپنی پر بہار فیاضیوں کے ساتھ ایک صحت بخش ہوا کی طرح روح انسانی پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں نیکی اور شرافت کا بیج بو دیتا ہے۔"(2)

سترھویں صدی میں بیکن نے کہا تھا "انجیل مقدس خدا کا قول ہے اور فطرت خدا کا فعل ہے"۔ انھوں نے اس فطرت اور کائنات کو حقیقت کا درجہ دیا تھا۔ مگر حالات کے ساتھ ادب میں حقیقت پسندانہ رجحان بڑھتا گیا اور یوں سائنس کی ترقی کے لیے راہیں بھی ہموار ہوتی گئیں۔ اٹھارہویں صدی میں ادبی حقیقت ماوراء ہونے کے بجائے گردوپیش کی دنیا میں بدل گئی۔ اس صدی میں خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے یہ تصور پیش کیا گیا۔ اگرچہ کسی تصویر کا تصور اس کے مصور کے بغیر نہیں کر سکتے اسی طرح کائنات کا وجود اس کے بنانے والے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

انیسویں صدی میں ڈارون نے حقیقت کا میکانی تصور تو ختم کر دیا۔ مگر اس کی جگہ حیاتیاتی تصور نے لے لی جس کی وجہ سے حقیقت کا تصور موجودہ دنیا سے قائم ہو گیا۔ یہ عہد نیوٹن کا تھا اس کے بتائے ہوئے قوانین حقیقت کا پرتو تھے۔ بیسویں صدی میں آئن سٹائن نے نظریہ اضافت پیش کیا جس کے خیال کے مطابق حقیقت مستقل شے نہیں بلکہ اضافی ہے۔ تاہم پرانے دور میں ادب، سنگ تراشی، نقاشی، موسیقی اور فن تعمیر کی تمام اصناف بادشاہوں کی ملکیت رہی ہیں۔ تاہم ادب کو عہد جدید میں ادباء نے خداؤں اور بادشاہوں سے یکسر منہ موڑ کر حقیقی تصور میں لانے کی شعوری کوشش کی۔ موجودہ زمانے کا انسان اس قسم کے افسانوں کو پسند نہیں کرتا جس میں دیو کی طاقت اور جادو کی تلوار رکھنے والے سورما، طلسم بند محل، سونے کے ڈھیر رکھنے والے شہزادے جس طرح مقابلہ کر کے عجیب و غریب طریقوں سے انسانوں کو مار ڈالتے تھے۔ علامہ نیاز فتح پوری اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

"دنیا اب اخلاقی مواعظ سے یکسر منہ موڑ چکی ہے۔ جبکہ موجودہ دنیا جنوں، پریوں، دیوتاؤں اور شہزادوں کے تذکروں سے بھی تنگ آ گئی ہے اور اب وہ چلتے پھرتے انسانوں کے بارے میں حقائق کو جاننا چاہتی ہے اور وہ حیات کے حسین و جمیل نظاروں سے بھی لطف اندوز ہونا اور اس کے عیب کو بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ وہ صرف شہزادوں اور کروڑ پتیوں کو ہی نہیں بلکہ مزدوروں، فقیروں اور غلاموں کو بھی دیکھنا چاہتی ہے۔"(3)

فرانس کے انقلاب نے زندگی کے حقائق کو اجاگر کیا۔ 1970ء کے انقلاب نے اخوت، مساوات اور برابری کا نعرہ بلند کیا۔ ان کے خیال کے مطابق تمام قانون کی نظر میں برابر ہیں سب کو مساوی حقوق میسر ہونے چاہیے۔ بیسویں صدی سے قبل فلسفہ میں کانٹ اور ہیگل کے نظریات بھی سامنے آتے ہیں وہ فطرت انسانی کی تشکیل نو کے مقصد سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں۔

"انسانی جوہر میں شعوری اور ادراکی کیفیت موجود ہے۔ قدرت نے انسان کو اس لیے اشرف المخلوقات پیدا کیا تاکہ وہ حکمت و دانائی سے کام لے کر کائنات کے رازوں سے آشنا ہو سکے۔ جب کہ ان کی یہ خواہشات زندگی میں تشنہ طلب رہتی ہیں مثلاً ایک انسان ریاضی کے علم کو تنہا تخلیق نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ اس علم سے فائدہ اٹھاتا ہے جو اس سے پہلے لوگ چھوڑ گئے ہوتے ہیں۔"(4)

رومانوی ادب میں حقیقت پسندی، مختلف خیالات، تصورات اور احساسات میں مجتمع نظر آتی ہے۔ شاعر کے شعر میں رومانیت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اپنے عشقیہ جذبات کو ظاہر کرتا ہے جو اس کی محبت کی عکاسی کرتے ہیں۔ گورکی نے ادب کے دو میلانات، کے تحت رومانیت اور حقیقت پسندی کا ذکر کیا ہے۔ عوام کی زندگی اور اس میں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15
ماخذ تحقیقی مجلہ

پائی جانے والی سچی حقیقت (حالات وواقعات) کو اجاگر کرنا حقیقت پسندی کہلاتا ہے۔ گورکی رومانوی حقیقت پسندی کے بارے میں کہتے ہیں:

"خود رومانیت کے مسلک میں دو واضح اور الگ الگ رجحانات ملتے ہیں۔ ایک مجہول قسم کی رومانیت جو حقیقت پر زنگ چڑھا کر لوگوں کو اس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے یا لوگوں کو حقیقت کے بارے میں رومانوی نقطہ نظر دیتی ہے اور حقیقت سے دور لے جاتی ہے انہیں داخلی دنیا کے بے معنی اور بے مصرف گورکھ دھندوں میں پھنسا کر سلا دینا چاہتی ہے۔ جیسے فانی زندگی کا فلسفہ عشق اور موت اسی قسم کے دوسرے مسائل جو فکر نہیں بلکہ صرف سائنس کی تحقیقات کی مدد سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ دوسری فعال اور محرک قسم کی رومانیت ہے جو انسان کے زندہ رہنے کی خواہش کو تقویت پہنچاتی ہے۔ اسے حقیقت اور اس کے مسائل کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔"(5)

ادب میں حقیقت نگاری کا آغاز فرانس سے ہوا جس کی بنیاد فلا بئیر کے ایک ہم عصر ایمائیل زولا کے ایک ناول کی اشاعت سے ہوا۔ اگرچہ زولا فرانس کے ایک عظیم ناول نگار "بالزاک اور استاں دال" کو حقیقت نگاری کا پیش رو قرار دیتا ہے۔ فرانسیسی ادیب ایمائیل زولا، موپساں اور امریکی فرینک نورس نے فطرت نگاری میں بہت سے افسانے اور ناول لکھے ہیں۔ جو حقیقت پسندی کا پرتو نظر آتے ہیں۔ فطرت نگاری دراصل حقیقت پسندی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اردو ادب میں حقیقت نگاری نے زندگی کے مسخ شدہ حقائق کو سامنے لا کر رکھ دیا ہے۔ مختصر یہ کہ ادب میں رومانوی حقیقت پسندی کے یہاں فطرت پرستی، ماضی سے وابستگی، وطن پرستی، قدیم تاریخ سے دل بستگی اور آزادی کے جذبات کے ساتھ ساتھ انقلاب شورش بھی کار فرما ہیں۔ ادب میں اشتراکی حقیقت پسندی ایک ایسے نظام سے جڑی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ملک میں کسی فرد واحد کو بھی دولت پر خود مختارانہ تصرف کا حق نہیں رہتا۔ اشتراکی ادباء طبقاتی نظام کے مخالف ہیں اشتراکی حقیقت پسندوں کی پہلی کانفرس 1934ء میں اردو ادباء نے بلائی۔ جس سے سوویت حقیقت پسندی کا آغاز ہوا گورکی ہی وہ پہلا ادیب ہے جس نے اشتراکی حقیقت پسندی کے طریقہ کار کو نہایت کامیابی سے ادب میں استعمال کیا ہے۔ فلا ئیبر کا مشہور ناول "مادام بواری" کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ان میں کردار اور ماحول کا باہم رشتہ مربوط نظر نہیں آتا۔ ان کے ناول کی ہیروئن محض چند روحانی اور جذباتی واہموں میں جکڑی ہوئی ہے اور حیرت یہ ہے کہ اس کی ہیروئن کی نفسیات کا نہ کوئی سماجی پہلو ہے اور نہ ہی کسی قسم کے حالات، نہ ہی جذبات اور نفسیاتی واردات کا اپنے سماجی ماحول اور خارجی حالات سے کوئی رابطہ اور رشتہ ہے۔ گویا ماحول میں سنا

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

ٹا اور جمود ہے۔ اشتراکی حقیقت پسند ادباء اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جدید نفسیات نے انسان کی ذہنی اور جذباتی زندگی کے لیے مفید معلومات اکٹھی کی ہیں۔ اشتراکی حقیقت پسندی میں گورکی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس میں انقلابی رومانیت شامل ہے۔ جو انسانی جمود کو توڑ عمل میں مدغم ہو جاتی ہے۔انھوں نے اپنی کہانیوں اور ڈراموں میں بالخصوص آفاق ناول "ماں" میں جاگیر دارانہ نظام کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ سوویت لیڈر لینن کا قول ہے۔

"سخت سے سخت سائنس میں بھی تخیل کے عمل اور اس کی طاقت سے انکار کرنا حماقت ہو گی"(6)

اس کے برعکس ادب میں جادوئی حقیقت نگاری کی بنیاد ماوراء حقیقت پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہوتی ہے جو ہمیں اردگرد کے ماحول میں تخیلاتی نظر آتی ہے لیکن دراصل یہ تخیلاتی نہیں ہوتی بلکہ ادباء کے نزدیک اس میں بھی حقیقت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ اس حقیقت کا تعلق انسان کی نفسیات سے ہوتا ہے۔ ادب میں جادوئی حقیقت نگاری کے اثرات ہمیں سپنش امریکن فکشن کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ جادوئی حقیقت پسندی کو کافکا کی تحریروں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جادوئی حقیقت پسندی ہمیں فلموں اور ٹیلی ویژن کے اشتہارات میں بھی ملتی ہے۔ کارٹونز میں جادوئی حقیقت کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر پرانے وقتوں میں لوگ دریاؤں، سورج اور چاند کو اپنا دیوتا سمجھتے تھے اور ان سے اپنی توقع وابستہ کرتے تھے جو ایک حقیقت تھی۔ جبکہ آج کا انسان اپنی توقعات سائنس سے پوری کرنے کا خواہش مند ہے۔ اسی طرح کی مثالیں سائنس، ادب اور ٹیلی ویژن، کارٹونز اور فلم میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اردو ادب میں منٹو کے افسانوں کا بنیادی مرکز انسانی زندگی ہے۔ جو اپنے زمانے کے ادباء کی تحریروں سے یکسر بغاوت کرتا ہے اور ان کے دوغلے پن کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے افسانوں کے بیشتر کردار ہیں جو انسان کے پیٹ کو بھرنے کے لیے ذلت کی گہرائیوں میں جانا پڑتا ہے۔ منٹو کے بعد عصمت چغتائی کا نام فطرت نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے حقیقت پسندی کو ادب میں اپنا نصب العین بنایا۔ "علی پور کا ایلی" اردو زبان کا ضخیم ناول ہے۔ ممتاز مفتی ان کے اس ناول کو سوانح حیات قرار دیتے ہیں۔ راجندر سنگھ بیدی فحش نگاری سے دامن بچا کر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تاہم جنس اس کا موضوع ہے۔ "چلتے پھرتے چہرے"، "لاجونتی"، "لمبی لڑکی"، "چیچک کے داغ"، "گھر بازار میں"، "گرہن"، "اپنے دکھ مجھے دے دو"، "دوسرا کنارا" وغیرہ بیدی کے حقیقت پسندانہ کرداروں پر مشتمل ہیں۔ محمد حسن عسکری کے ہاں "قیامت ہمرکاب آئے نہ آئے" اور "جزیرہ"، "پھسلن" میں بھی حقیقت نگاری کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ادیب نیاز فتح پوری رومانیت سے تائب ہو کر مولانا نیاز فتح پوری بن گئے۔ پاکستانی اور اسلامی ادب

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

کا راگ الاپنے لگے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی نے بھی جنس کو اپنا موضوع بنایا جس میں معاشرتی تجربات کو بے باکی سے بیان کیا ہے۔ اردو ادب میں سب سے پہلے ناول "کلنک" جو جنس پرستی پر مشتمل ہے۔ حسن عسکری نے جو بات " پھسلن" میں ڈھکے چھپے انداز میں کرنے کی کوشش کی لیکن علی نواز شاہ نے اس کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔ منشی پریم چند نے آخری صدارتی خطبے میں واشگاف الفاظ کے ساتھ حقیقت پسندانہ ادب کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ سماجی سطح پر جو ادب ذہنی اور روحانی تسکین مہیا نہیں کر سکتا اس کی کوئی ضرورت نہیں تاہم ان کے خیال کے مطابق جو ادب سچی لگن اور ارادوں میں استقلال نہیں پیدا کر سکتا وہ ہمارے لیے بے سود ہے۔ یہی وجہ تھی جس کی جھلک اُن کے حقیقت پسندانہ ادبی افسانوں میں نظر آتی ہے۔ اردو ادب کے معماروں میں سب سے پہلے افسانہ نگار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ جنھوں نے معاشرتی کسمپرسی، دیہاتیوں کے مسائل اور اُن کی مفلسی کی خوبصورت تصویر کشی کی۔ اس کے علاوہ کرشن چندر، احمد ندیم قاسمی اور بلونت سنگھ کے افسانوں میں بھی حقیقت پسندی کی جھلک نظر آتی ہے۔ کرشن چندر یوں رقمطراز ہیں۔

"اتنا کہہ کر بڈھے نے اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی میرے باپ کے ہاتھ میں تھما دی۔ میرا باپ کبھی میری طرف دیکھتا تھا کبھی تھیلی کی طرف آخر کار اس نے تھیلی قبول کر لی اور بیٹی بیچ دی کیونکہ وہ بہت غریب تھا پھر اس نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ چلو بیٹی اس بڈھے کے گھر میں آرام سے رہے گی۔"(7)

کرشن چندر نے انتہائی غریب خاندان کی تصویر کشی کی ہے جو غربت سے تنگ آکر اپنی بیٹی کو بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ باپ اپنے لخت جگر کو بیچ کر اپنے لیے پیٹ پالنے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ منٹو کے افسانے انحطاط پذیر معاشرے کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ منٹو ایک جگہ یوں تحریر کرتے ہیں اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ایک پاگل ہندو جو کبھی لاہور میں وکالت کرتا تھا۔ وہ پاگل پریشان تھا کہ اسے ہندوستان کی بولی نہیں آتی وہاں نہ جانے کون سی بولی چلتی ہوگی۔"(8)

راجندر سنگھ بیدی نے گرم کوٹ، دوسرا کنارا اور لاجونتی جیسے افسانوں کے ذریعے سماج کے رسم و رواج پر طنز کی ہے۔ عصمت چغتائی عورت ہونے کے ناطے اس طبقے کی خواہشات اور ان کے مسائل کو مرکز نگاہ بناتی ہیں۔ اس حوالے سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اسی طرح شام ہو جاتی ہے ماسٹر صاحب پسینہ میں ڈوب کر نڈھال ہو جاتے ہیں جیسے کسی نے گھن چکریاں باندھ کر گھما ڈالا ہو۔ اُس کے اعضاء بے قابو ہو کر الٹے سیدھے ہلنے لگتے۔ اس کو محسوس ہوتا کہ اتنی دیر سے وہ بچوں

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15
ماخذ تحقیقی مجلہ

کو پڑھا نہیں رہے تھے بلکہ اپنی نوشتہ تقدیر پڑھ رہے تھے۔ آخر تنگ ہو کر وہ دوسرے دن نارنگیاں جبر اًخرید وانے کا پختہ وعدہ کر کے چلے جاتے۔"(9)

اس کے علاوہ اختر انصاری، احمد علی، اوپندر ناتھ اشک، رشید جہاں، ستیار تھی، عزیز احمد، مہندر ناتھ، اختر اورنیوی، غلام عباس، ابراہیم جلیس، شوکت صدیقی، مرزا ادیب، اے حمید، ہاجرہ مسرور اور خدیجہ مستور نے پریم چند کی حقیقت پسندانہ روش کو آگے بڑھایا اور اپنی تحریروں کو نت نئے زاویوں سے لکھ کر عوامی زبان کا رنگ دے کر انہیں افسانہ بنا دیا۔ غلام عباس نوجوان کے پہنے ہوئے اوور کوٹ کی یوں تصویر کشی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

"نوجوان کا اپنا اوور کوٹ تھا تو خاصا پرانا، مگر اس کا کپڑا خوب بڑھیا تھا پھر وہ سلا ہوا بھی کسی ماہر درزی کا تھا ۔اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بہت دیکھ بھال کی جاتی ہے کالر خوب جما ہوا ،بانہوں کی کریزیں بڑی نمایاں اور سلوٹ کہیں نام کو نہیں۔"(10)

اردو فکشن میں حقیقت پسند ادباء نے ناول نگاری کے ذریعے معاشرتی مسائل بیان کیے ہیں۔ حقیقت پسندی جھلک پریم چند کے افسانوں میں نظر آتی ہے انہوں نے غربت اور افلاس کے دور میں زندگی کی حقیقت کا جا ئزہ قریب سے لیا بلکہ اپنی ابتدائی زندگی انہی کٹھن مراحل میں گزاری تھی۔ جس کی وجہ سے اُن کی تحریروں میں بھوک، بیماری، جہالت اور توہم پرستی کا بدرجہ اتم پہلو نظر آتا ہے۔ پریم چند نے اپنے افسانوں میں مزدوروں، کسانوں اور اقتصادی طور پر پسماندہ لوگوں کے مسائل کا تجزیہ سوز انداز میں کیا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید، پریم چند بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

"پریم چند کی عطا یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت کی نقاب کشائی کی اور انسانیت کو کھر درا چہرہ دیکھنے پر آمادہ کیا ڈاکٹر سید عبداللہ نے اردو ادب میں چوٹی کے جن تین ناموں کا انتخاب کیا ہے۔ ان میں سر سید اور اقبال کے ساتھ تیسرا اہم نام پریم چند کا ہے۔"(11)

"انگارے"1932ء میں 'شائع ہونے والا افسانوی مجموعہ مغربی سامراج کے خلاف اعلان جنگ ثابت ہوا۔ جس کی وجہ سے ہر طرف قدامت پسندوں کی آوازیں اٹھنا شروع ہو گئیں۔ بالآخر اس مجموعے پر چار ماہ بعد تعزیرات ہند ایکٹ کے تحت پابندی عائد کر دی گئی۔ اس مجموعے کی پابندی اس کی مقبولیت کا باعث بنی یہ مجموعہ، احمد علی، سجاد ظہیر، رشید جہاں اور محمود الظفر کی تصنیف تھا۔ پروفیسر احمد علی اس کی حقیقت کو آشکار یوں کرتے ہیں۔

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

"انگارے" اشاعت کے چار ماہ بعد زیر دفعہ 295الف تعزیرات ہند کے تحت پابندی لگنے کی وجہ سے اس بنا پر پابندی لگائی گئی کہ اس سے ایک فرقے کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچایا گیا تھا۔"(12)

تاہم اس سلسلے کہ پہلی کڑی 1919ء میں شائع ہونے والا انسانی فکر کی آزادی کا وہ منشور ہے جس کا تذکرہ علی سردار جعفری یوں کرتے ہیں۔

"1919 میں فرانس کے رومن رواں کی رہنمائی میں جو مہاتما گاندھی اور ٹیگور کا دوست تھا۔فکر کی آزادی پر ایک اعلان نامہ شائع ہوا جس پر گورکی، ہنری باربوس، برٹرنڈرسل، اسٹیفین زوایئک، رابندر ناتھ ٹیگور اور آنند کمار سوامی کے دستخط تھے۔"(13)

ترقی پسند ادیب ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد اپنی اہمیت کو منوانے میں کامیاب ہو گئے۔"افسانوی مجموعہ"،"انگارے"نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا۔اقبالؒ اور پریم چند کی ادبی حقیقت نگاری واضح ہو چکی تھی۔ انہوں نے ادیب کی داخلی فکر کو خارجی فکر میں بدلنے کی راہ دکھائی۔"انگارے کی ضبطی کے بعد جو شہرت اسے ملی وہ ناقابل یقین تھی۔لوگ اس مجموعے کو ڈھونڈنے کی طرف راغب ہوئے اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اسے لوگ پابندی کے باوجود چھپ کر پڑھتے تھے۔اس کے مصنفین نے اپنے دفاع کے لیے اپنے بیان"لیڈر"میں شائع کروائے اس حوالے سے اقتباس دیکھیں۔

"تقریباً پانچ ماہ قبل چار نوجوان مصنفین نے جن میں ایک خاتون بھی شامل ہیں.........افسانوں کا ایک مجموعہ"انگارے" کے نام سے شائع کیا ہے۔اس کتاب کے مصنف اس کی اشاعت پر کسی طرح نادم نہ ہوئے...وہ اتنا چاہتے ہیں کہ نہ صرف یہ کتاب بلکہ ایسی اور کتابیں شائع کرنے کا تحفظ باقی رہے....ہماری عملی تجویز یہ ہے کہ ایک"لیگ آف پراگریسو آتھرس" قائم کی جائے۔جو اس قسم کے مجموعے وقتاً فوقتاً انگریزی اور ملک کی دوسری مقامی زبانوں میں شائع کرے۔" (14)

مصنفین کی اس تحریر میں جدت پسندی اور حقیقت پسندی کا واضح اور نمایاں اظہار ہوتا ہے اور مستقبل میں ان کے جدت پسند ارادوں کی جدوجہد کا پیغام بھی ملتا ہے۔وہ ادب کو لسانی قیود سے بھی نکالنا چاہتے تھے اور اس کا دائرہ کار دوسری زبان تک بھی بڑھانا چاہتے ہیں۔اختر حسین رائے پوری نے روسی مصنفین ٹالسٹائی اور گورکی کے نظریات کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا اور اس کے لیے استدلال بھی پیش کیے۔

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15
ماخذ تحقیقی مجلہ

1936ءمیں ترقی پسند ادباء کا ناگپور کے مقام پر جس کا نام ساہتیہ پرشد ہے میں ایک جلسہ ہوا اس جلسے میں ادب اور زندگی کے متعلق سوال اٹھائے گئے اس کے ساتھ نئے ادب کے لیے ایک باقاعدہ اعلان نامہ پڑھا گیا جس پر منشی پریم چند، اچاریہ نریندر دیو، مولوی عبدالحق، جواہر لعل نہرو اور اختر حسین رائے پوری نے دستخط کیے۔ اس منشور کے مندرجہ ذیل اہم نکات تھے۔

"ادب انسانی زندگی کا عکس اور کاروان حیات کا رہبر ہے۔۔۔ ہم نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ ادب کا قالب کیا ہو مگر یہ نہیں بتایا اس کے قابل کا رنگ وروپ کیا ہو؟ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ کیا کہنا ہے؟ اور کن سے کہنا ہے؟ کیسے کہنا ہے کا سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے۔" (15)

حقیت پسند مصنفین کا نقطہ آغاز 1935ء ہے سجاد ظہیر اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

"حقیقت پسند مصنفین کا پہلا حلقہ 1935ء میں چند ہندوستانی طلباء نے لندن میں قائم کیا تھا۔ انجمن کے مینی فیسٹو (منشور) کا مسودہ وہیں تیار ہوا۔" (16)

ان طلباء میں ملک راج آنند، سجاد ظہیر، ڈاکٹر تاثیر اور پرموسین گپتا اور جبوتی گھوش شامل تھے۔ جنھوں نے 1935ء میں پیرس میں ہونے والی اس بین الاقوامی کانفرنس میں سجاد ظہیر کو بہت متاثر کیا۔ لہٰذا وطن کی واپسی پر 1935ء میں انہوں نے ہندوستان میں انجمن ترقی پسند مصنفین کے قیام کے لیے راہ ہموار کی، پروفیسر احمد علی کے گھر کو دفتر کے لیے منتخب کیا گیا اور یہاں پر فراق گورکھپوری، سجاد ظہیر، احتشام حسین، سید وقار عظیم اور ڈاکٹر تاثیر نے ہندوستانی دانشوروں اور ادیبوں سے دستخط کروائے۔ اس منشور کی وضاحت علی سردار جعفری یوں کرتے ہیں۔

"ہمارے اعلان نامے نے فراریت، ہیت پرستی، کھوکھلی روحانیت، ماضی پرستوں، فرقہ پرستوں، نسلی تعصب اور انسانی استحصال کی مخالفت کی .... اس طرح ادب پر دہ ذمہ داریاں عائد کیں ایک غیر عقلی، غیر مفید انحطاط پذیر سماجی نظریات اور اداروں کی تنقید کرنا اور دوسرے نئی فکر نئے جذبے اور نئے سماج کی تعمیر کرنا" (17)

حقیقت پسند تحریک پوری آب و تاب کے ساتھ 1936ء میں باضابطہ لکھنو کانفرنس کے موقع پر ابھی جس کی صدارت پریم چند نے کی ان کا خطبہ صدارت دراصل حقیقت پسند تحریک کا پرتو ہے۔ اس خطبے کی چند سطور درج ذیل ہیں۔

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

"جس ادب سے ہمارا ذوق صحیح نہ بیدار ہو، روحانی اور ذہنی تسکین نہ ملے۔ ہم میں قوت اور حرکت نہ پیدا ہو، ہمارا جذبہ حسن نہ جاگے جو ہم میں سچا ارادہ اور مشکلات پر فتح پانے کے لیے سچا استقلال نہ پیدا کرے، وہ آج ہمارے لیے بیکار ہے۔" (18)

حقیقت پسند مصنفین کی یہ شعوری اور انتھک کوشش تھی۔ جس کی بدولت جدید ادب آج حقیقت پسندی کی راہ پر گامزن ہے۔

حوالہ جات

1۔ حفیظ صدیقی، ابو الاعجاز کشاف تنقیدی اصطلاحات (مرتب) مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985، ص69 تا70

2۔ عابدہ صدیقی، مغربی تنقید کا مطالعہ، ناشر، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، 1979، ص:24

3۔ نیاز فتح پوری، علامہ، انتقادیات، کراچی، حلقہ نیاز و نگار، 1996ء، ص:378

4۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور فلسفہ، فکشن ہاؤس، لاہور، 1996ء، ص 127

5۔ قومی زبان، ماہنامہ شمارہ 61، حیدر آباد، بھارت، 1998ء، ص41

6۔ اختر حسین رائے پوری، ادب اور انقلاب، پبلشرز، ادارہ اشاعت اردو، حیدر آباد، دکن، بھارت، 1943ء، ص24

7۔ کرشن چندر، شہزادی کی کہانی، صریر خامہ، ناشر، نٹراج پرنٹرس اینڈ پبلشرز، نئی دہلی، 2017، ص58

8۔ سعادت حسن منٹو، ٹوبہ ٹیک سنگھ، پبلشرز، مکتبہ جدید، لاہور، 1950ء، ص25

9۔ عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، پبلشرز، نیا ادارہ، لاہور، 1967ء، ص68

10۔ غلام عباس، اوور کوٹ، ص20

11۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، پبلشرز، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ص43

12۔ عقیق احمد، اردو ادب میں احتجاج، پبلشرز، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1987، ص98

13۔ علی سردار جعفری، ترقی پسند تحریک کی نصف صدی، پبلشرز، مکتبہ خلیل، لاہور، 1985، ص26

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-15
ماخذ تحقیقی مجلہ

14۔ افکار، کراچی، مارچ، 1947ء، ص43
15۔ اختر حسین رائے پوری ، ادب اور انقلاب، پبلشرز، ادارہ اشاعت اردو، حیدر آباد، دکن، بھارت، 1943ء، ص24
16۔ سجاد ظہیر "روشنائی" پبلشرز، کراچی مکتبہ دانیال، جنوری1986، ص27
17۔ علی سردار جعفری، ترقی پسند ادب، پبلشرز، انجمن ترقی اردو ہند، 2013ء، ص17
18۔ قمر رئیس، عاشور کشمیری، ترقی پسند ادب پچاس سالہ سفر، ادب کی غرض وغایت منشی پریم چند، ص166